سرمایہ دارانہ
استعمار

تاریخ، حقیقت اور موجودہ تناظر میں ایک تنقیدی جائزہ

محمد ارشاد علی

Mohammed Irshad Ali

جملہ حقوق اشاعت بحق مؤلف محفوظ

تفصیلات طباعت

نام کتابچہ	سرمایہ دارانہ استعمار
مؤلف	محمد ارشاد علی مولوی عالم (نظامیہ)
صفحات	۴۹
اشاعت	جنوری ۲۰۱۰
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

https://islahitohfa.com

ISLAHI TOHFA

تنبیہ

اس کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ دستاویز ایک آن لائن کتاب ہے، اس کتاب کو خصوصی طور پر انٹرنیٹ کے ذریعہ مفت فراہم کرنے کے لئے فارمیٹ اور ڈیزائن کیا گیا ہے۔اس کتاب کو اسی شکل میں بغیر کسی تبدیلی کے، اس کی تقسیم، طباعت، فوٹو کاپی اور الیکٹرونک ذرائع کے ذریعہ اس کی تقسیم اور اس کے مواد کو پھیلانے کی اجازت دیتا ہے۔اس شرط کے ساتھ کہ اس سے مالی طور پر نفع حاصل نہ کی جائے۔

ترتیب

سرمایہ دارانہ استعمار ٤

استعمار کے دو اہم ہتھیار ٥

سود-(Interest) ٥

صَارفِیّت (Consumerism) ٦

۲۱ویں صدی میں صَارِفِیّت میں ترقی کے اسباب ٨

ماہرین کا خیال ٨

صارفیت ٩

گلوبلائیزیشن ١٠

معیار زندگی ١٠

اشیاء غیر ضروری پر خرچ ١١

سواری پر زیادہ انحصار ١٢

کھانے پینے کی عادتوں ١٢

Consumerism (صارفیت) ١٣

مادہ پرست ١٥

ہندوستانی معاشرے میں صارفیت پسندی کی ایک جھلک ١٥

Multi-National Corporations (M.Ncs) ١٦

PATENTRIGHTS ١٩

ماحولیاتی بحران ٢٠

موسمی تبدیلیاں Climate change ٢٣

ISLAHI TOHFA

فضائی آلودگی (Air pollution) ۲۷

اوزون کا شگاف Ozone Depletion ۲۸

آبی آلودگی اور آبی وسائل کا بحران Water pollution ۳۰

حیاتیاتی تنوع (Biodiversity) کا نقصان ۳۱

قدرتی وسائل کا بحران ۳۳

ماحولیاتی بحران اور دنیا کے غریب عوام ۳٤

صارفیت اور معاشی دباؤ ۳۵

صارفیت اور ماحولیاتی بحران---اُن کے اسباب ۳٦

اسراف اور ضائع کرنا دونوں عام ہیں ۳۹

صارفیت اور ماحولیاتی بحران کا اسلامی علاج ٤۰

سادہ زندگی اور تعیشات سے گریز کرنیکی تعلیم اسلام دیتا ہے ٤۲

پانی کے استعمال میں احتیاط کی تعلیم دی گئی ٤٤

وسائل قدرت پر سب کا مساوی حق تسلیم کیا گیا ہے ٤٤

سودی نظام ناپائیدار ہوتا ہے ٤۵

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سرمایہ دارانہ استعمار

Capitalist Imperialism

سرمایہ دارانہ استعمار سے مراد وہ معاشی اور سیاسی نظام ہے جہاں طاقتور ممالک یا بڑے سرمایہ کار منافع کمانے کے لیے کمزور ملکوں کے وسائل پر قبضہ کرتے ہیں۔

(۱) صارفیت (Consumerism) (۲) ماحولیاتی بحران (۳) معاشرتی تفریق

اسباب، اثرات اور ان کا علاج۔

استعماریت کیا ہے ؟ زبردستی کسی ملک کو اپنا غلام بنانا۔ سرمایہ دارانہ استعمار کا اصل مقصد دولت کی طاقت سے کم ترقی یافتہ یا غیر ترقی یافتہ اور کمزور ملکوں کو غلام بنانا اسکے لئے اُن ممالک کے وسائل پر قبضہ کرنا۔

اِن مقاصد کی تکمیل کیلئے سرمایہ دار مختلف طریقے استعمال کرتا ہے۔ قرآن مجید میں فرعون، قارون اور ھامان کو عَلَى التَّرتیب سیاسی روپ میں، معاشی مظالم کے روپ میں اور ذہنی قوت کی شکل اختیار کر کے غلام بنانے کی صورت میں بتلایا گیا ہے۔ آج کے دور کا سرمایہ دارانہ معاشرہ دراصل وقت کے استعمار کا قارونی چہرہ ہے کہ

وہ مالیاتی محاذ پر کام کرتا ہے۔ یہی مالیاتی ہتھکنڈے تھے جو حالیہ عالمی معاشی بحران کا سبب بنے۔

استعمار کے دو اہم ہتھیار

سودی قرضے اور سٹہ بازی: (Loan on interest and speculation) سود اور سٹے بازی اسکی دو اہم بنیادیں ہیں، ان دونوں کے ذریعے استعمار (یعنی سرمایہ دار) کو اس بات کا موقع ملتا ہے کہ وہ دنیا کے وسائل پر کنٹرول حاصل کرے اور عالمی مالیات کی نقل و حرکت کو اپنی مرضی اور اپنی ضرورت کے مطابق قابو میں رکھ سکے یعنی کنٹرول کر سکے۔ بازاروں پر غلبہ اور تسلط حاصل کر سکے اور دنیا کی دولت کو سمیٹ کر چند لوگوں میں مرکوز کر سکے۔

سود اور جُوّے بازی کے ذریعے عالمی، مالیاتی نظام، عدم استحکام یا ناپائیداری کا شکار ہوتا ہے اور سرمایہ دار ایسے ناپائیداری سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

سود-(Interest)

عالمی مالیاتی ادارے، عالمی مالیاتی نظام کے بہت اہم حصے ہیں۔ یہ ادارے، سرمایہ دارانہ استعمار کے مقاصد کی تکمیل کیلئے اہم اور مؤثر ذرائع ہیں۔ سود نظامِ سرمایہ داری کی اہم بنیاد ہے۔ سود کی تباہ کاریوں کو سمجھنے کیلئے حالیہ معاشی بحران کی مثال

کافی ہے کہ معاشی بحران کی ابتداء ہی سودی قرضوں سے ہوئی، اس بات پر معاشی بحران کے تجزیہ نگار اتفاق رائے رکھتے ہیں۔

سودی نظام سب سے پہلے بے پناہ خرچ کرنے اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کا مزاج پیدا کرتا ہے اور جب لوگ اپنی جمع شدہ رقم خرچ کر دیتے ہیں تو اسکے بعد ہی سود خور کا کاروبار شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ سودی قرضوں کے کاروبار کی ترقی کیلئے یہ ضروری ہے کہ لوگ اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کریں۔ اسلئے سودی نظام لوگوں کو آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے پر ابھارتا ہے۔

اشتہارات (Hoardings) کے ذریعے زیادہ سے زیادہ تعیشاتی اشیاء کے استعمال کی ترغیب دی جاتی ہے اور انکو خریدنے کیلئے آسان قرضے فراہم کئے جاتے ہیں۔ خرچ کرنے کی دیوانگی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ آدمی خیرات لینے کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

صَارفِیَّت (Consumerism)

امریکی مفکر لوئیس برندایس (Louis Brandeis) نے اپنے نظریات جنکو وہ (opinion moulding) کا نام دیتا ہے۔

Opinion moulding is the process of influencing how people think about a person, idea, product, or issue.

وہ کہتا ہے کہ انکو امریکی کمپنیوں کے سامنے پیش کیا جن میں یہ بتلایا گیا کہ عوامی رجحان اور ذہنیت کو کن کن طریقوں سے متاثر کیا جائے تاکہ ان چیزوں کی طلب عوام محسوس کر سکے جنگی انکو ضرورت نہیں ہے۔اسطرح اس Consumerist فکر نے ترقی کر کے موجودہ صارفیت پسند کلچر کو جنم دیا۔ یہ کلچر انسانی معاشرہ میں یہ سوچ پھیلاتا ہے کہ سماج کی معاشی ترقی کا سبب اشیاء کی زیادہ سے زیادہ خریداری اور اسکے لئے بے پناہ خرچ پر منحصر ہے۔

لوگوں کے اس خرچ کرنے کے مزاج سے دونوں طرح سرمایہ داروں کا فائدہ ہے۔ ایک تو جو سرمایہ دار پروڈکشن (پیداوار) میں مصروف ہیں انکو خوب پروڈکشن کر کے نفع کمانے کا موقع حاصل ہو رہا ہے اور دوسری طرف وہ سرمایہ دار لوگ ہیں جو لوگوں کو خرچ کرنیکے لئے سودی قرضے جاری کر رہے ہیں اسطرح یہ لوگ سود سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ سود خواروں کے نئے نئے طریقوں سے لوگوں کو قرضے جاری کرنے شروع کر دیے۔ گھر بنانے کے لئے، کار خریدنے کیلئے اور روز مرّہ کی ضروری اشیاء کی خریدی کے قرضے اور اس کے لئے کریڈٹ کارڈز (Credit Cards) جاری کئے گئے جن سے لوگ قرض پر چیزیں حاصل کر سکتے ہیں یہاں تک کہ قرض لینے والوں کے حالات مکمل سودی قرضوں سے بھر گئے لیکن سود خواروں کی حرص ختم نہیں ہوئی۔ مزید قرض، سود خوار، سود لینے کی حرص میں گھر بنانے کے لئے قرض دیتے چلے گئے۔

Insurance companies, Investment Banks بھی میدان میں آگئے تاکہ اپنے اپنے حصہ کا سود کمالیں۔ فیڈرل بینک (Federal Bank) نے سود کی شرح میں معمولی اضافہ کیا، اسکے ساتھ ہی پورا نظام درہم برہم ہونا شروع ہو گیا۔ غریب قرض دار لوگ قرض واپس نہیں کر سکے اور ان پر مبنی سیکیوریٹیز (Securities) کے دام گرنے لگے اس طرح زنجیری عمل یعنی Chain reaction کے نتیجے میں پورا نظام ڈھیر ہو گیا۔ اس بحران سے معلوم ہوا کہ سود پر مبنی قرضے کتنے خطرناک ہوتے ہیں اور وہ کس طرح پورے مالیاتی نظام میں ناپائیداری پیدا کرتے ہیں۔

۲۱ ویں صدی میں صَارِفیّت میں ترقی کے اسباب

ماہرین کا خیال: ماہرین کا خیال ہے کہ صارفیت کی ایک بڑی وجہ لوگوں کا وہ جذبہ مسابقت ہے کہ ہر آدمی دوسرے سے آگے بڑھ جانی کی چاہت رکھتا ہے چنانچہ معاشرہ میں ہر طرف اس قسم کا مظاہرہ شب و روز دیکھنے میں آتا ہے کہ ہر غریب آدمی ، امیر آدمی کی نقل کرتا ہے۔ کھانے پینے میں، رہن سہن میں یعنی خوش خوراکی اور خوش لباسی میں اور گھر دار کے اعتبار سے ، اور امیر آدمی معروف اور مشہور شخصیات یعنی (Celebrities) کی طرح زندگی گزارنا چاہتا ہے۔

پیداوار کرنے والی کمپنیاں، اشیاء کی فروخت اور ان کے بڑے پیمانے پر اشتہار کیلئے مشہور اور معروف شخصیات (Celebrities) ہی کا استعمال کرتے ہیں۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ فلمی ستارے اور کرکٹ کھلاڑی شامل ہیں ان دو میدانوں کے نمایاں شخصیات کے ذریعے غیر ضروری اشیاء کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ اسکے نتائج بھی اچھے نکلے کہ آرام دہ کاریں (luxury cars)، موبائل، ایر کنڈیشن وغیرہ کا بڑے پیمانے پر کاروبار چل پڑا۔

ہندوستان میں آج سے ۲۰ سال پہلے ایک بھی shopping Mall نہیں تھا ایک سال قبل تقریباً ۶۰ وجود میں آئیں اور آگے دو سالوں ملے ۲۵۰ قائم ہونیکے امکانات ہیں۔

صارفیت میں ترقی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ products (یعنی چیزوں) کو ہر آدمی کیلئے قابل استعمال بنانیکی کافی سہولتیں (Facilities) مھیا کیگئی ہیں۔ ہر شخص تک ہر چیز کی رسائی اور ہر چیز کی ہر شخص تک رسائی ہو سکے۔ قیمتی کاروں کی خریدی ہو یا گھر کی تعمیر سب کیلئے سودی قرضے آسانی سے فراہم ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ طریقوں سے تیار شدہ غذائیں ہوں یا استعمال کی دیگر چیزیں یہ سب گھر بیٹھے وقت مقررہ پر فراہم کر دی جاتی ہیں۔

اسطرح اشیاء کو لوگوں میں کثرت سے استعمال کرواکر use & Throw کی ذہنیت کو فروغ دینا ہے۔ چنانچہ کیمروں سے لیکر ہر چیز مارکٹ میں موجود ہے جو صرف ایک مرتبہ استعمال کیگئی اور پھر اسکی مرمّت نہیں۔

گلوبلائیزیشن Globalization بھی ایک سبب ہے صارفیت کی ترقی کا کہ جو چیزیں دور دراز کے ترقی یافتہ ممالک میں تیار ہوتی تھیں اور ان کا استعمال قیمتی ہو نیکی وجہ سے امیر لوگوں تک ہی محدود تھا وہ سودی قرضوں کی سہولتوں کی وجہ سے ہر خاص اور عام کے گھر میں آ گئیں جیسے ٹی-وی ، کمپیوٹر، ایئر کنڈیشن ، واشنگ مشین وغیرہ۔ یہ عالمگیریت نے خصوصیت کے ساتھ نوجوانوں کے سامنے اپنے کیریئر (Carrier) کو سنورانے، اونچا کرنے کیلیئے بے پناہ راستے کھول دیے ہیں کہ نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ ہزاروں روپیے کما رہا ہے اور کمانے سے زیادہ خرچ کرنے کا مزاج بنا ہوا ہے۔ اسی لئے انکی کمائی کو ایسی کمائی کہا جاتا ہے جو بیجا طور پر خرچ کردی جاتی ہے۔(Disposable income)

معیار زندگی کو بڑھانیکے لئے بھی زیادہ قرض لیا جاتا ہے اور اسکی ادائی کیلیئے ضرورت سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے خاندان اور بچوں سے تعلقات میں نمایاں کمی آجاتی ہے، دوست احباب کا حلقہ دن بدن سکڑتا جاتا ہے۔ معاشرے کی فلاح کے کام کرنے والوں کی قلّت ہو جاتی ہے۔ خود غرضی عام ہو جاتی ہے۔

معیار زندگی اور رہن سہن میں تبدیلی لانیکے لئے بازار میں اعلیٰ پیمانے پر تیار شدہ غذائیں استعمال کی جارہی ہیں ان سے موٹاپہ (obesity) کی بیماری میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہاہے۔اور یہ مسئلہ ترقی یافتہ ممالک میں ایک سنگین معاشرتی مسئلہ بنتا جارہاہے۔امریکہ میں ٦٥ فیصد آبادی موٹاپے کے مرض میں مبتلا ہے اسکے علاوہ دل اور شکر کی بیماریاں بڑھتی جارہی ہیں۔

اشیاء غیر ضروری پر خرچ : اشیاء غیر ضروری پر خرچ کا راست اثر عام انسانوں کی واجبی ضروریات پرپڑاہے۔

پورے عالم میں لوگوں کی ترجیحات والی اشیاء جو غیر ضروری ہیں۔	ان پر خرچ کیگئی رقم (US Billion Dollars)
آرائش اور زیبائش والی چیزیں جن کو cosmetic کہتے ہیں۔	٨ ملین ڈالر
آئس کریم کی خریدی پر خرچ	١١ ملین ڈالر
عطریات،Scent وغیرہ	١٢ ملین ڈالر
گھریلو جانوروں کی غذا کی خریدی پر	١٧ ملین ڈالر
جاپان میں سیر و تفریح پر	٣٥ ملین ڈالر
یوروپ میں سگریٹ نوشی پر	٥٠ ملین ڈالر
پورے عالم میں شراب نوشی پر	١٠٥ ملین ڈالر

پورے عالم میں نشیلی ادویات پر	۴۰۰ ملین ڈالر
پورے عالم میں ملٹری کے اخراجات پر	۷۸۰ ملین ڈالر

سواری پر زیادہ انحصار : لوگوں کا سواریوں پر زیادہ انحصار، ماحولیاتی آلودگی، گنجان ٹرافک کا سبب بنا ہوہے۔ شہر بنگلور، ایشیا کا سب سے زیادہ گنجان ٹرافک والا شہر ہے۔ کاروں اور نقل و حمل کے دیگر ذرائع کے استعمال کیوجہ سے دنیا کی توانائی کا ۳۰ فیصد حصہ خرچ ہوتا ہے۔ اور پوری دنیا میں پٹرول اور ڈیزل کا جو خرچ ہے اس میں سے ۹۰ فیصد نقل و حمل کے ان ہی ذرائع (Transportation) میں خرچ ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ بات درست ہے کہ ماحولیاتی بحران (Environmental Disasters)سے جُڑے تقریباً تمام مسائل کا تعلق ، صارفیت کے بڑھتے رجحانات سے ہے۔ اگر ماحولیاتی آلودگی اس طرح برقرار رہی تو دنیا میں ۷۳ فیصد مخلوقات (Species) فنا ہوسکتی ہے۔

کھانے پینے کی عادتوں : کھانے پینے کی عادتوں میں جو فرق آگیا ہے اس سے بھی نمایاں اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

گائے اور مرغی کے گوشت کا بکثرت استعمال اور انکی دن بدن بڑھتی طلب کیوجہ سے انکی تجارت ایک فیکٹری کی صورت اختیار کرلی ہے۔ اسکی وجہ سے پانی اور سبزیوں کی قلّت عام ہورہی ہے۔ کیونکہ ۸ اونس (آدھ پاؤ) گائے کے گوشت

کیلئے ۲۵ ہزار لیٹر پانی درکار ہے چونکہ فارم میں پلتے ہیں اور انکے لیے ۹۵ فیصد سویابین کا استعمال ہوتا ہے۔

مرغیوں کو ۹ مربع انچ پنجروں میں رکھا جاتا ہے اور زیادہ انڈے حاصل کرنیکے لئے مرغیوں کو بھوکا رکھا جاتا ہے۔ مرغیوں کو ذبح کرنے سے پہلے مختلف ہارمونس کے انجکشن دے کر انکو موٹا کیا جاتا ہے۔ ان تمام وجوہات کی بناء پر مرغیوں میں بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ جن سے حفاظت کیلئے مختلف قسم کے Antibiotic کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جانوروں کی اس طرح آفزائش اور پھر ان جانوروں کے گوشت کا استعمال، انسانوں اور جانوروں میں پھیلنے والی بیماریوں کے علاج کو پیچیدہ کر دیا جارہا ہے۔

صارفیت کے بڑھتے رجحانات سے متعلق لوگوں کی اصلاح کرنا نہ صرف اُنکی دنیا اور آخرت کی بھلائی کیلئے ضروری ہے بلکہ معاشرہ کی ہمہ جہتی ترقی بھی اسی سے جڑی ہوتی ہے۔

Consumerism (صارفیت) انسانی معاشرہ میں یہ سوچ پھیلاتی ہے کہ معاشرے کی معاشی ترقی کا سبب اشیاء کی زیادہ سے زیادہ خریداری اور اُسکے لئے جتنا ہو سکے خرچ کر دینا ہے۔ چنانچہ اس فکر کے تحت ترقی کرنے والے معاشرے میں عام طور پر لوگوں کا طرز عمل یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنی گاڑھیوں کے BRANDS

(قسمیں) بدلتے جاتے ہیں اور الماریوں میں تہہ بہ تہہ کپڑوں کی ڈھیر جما کر سکون قلب حاصل کرتے ہیں۔

معیار زندگی کی اونچائی اس بات میں سمجھی جارہی ہے کہ ہائی پاور کی کار استعمال کریں حالانکہ ۳۰۰ ہارس پاور کی ایک کار (مثلاً مرسیڈرس 272M) اتنی ہی کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتی ہے جتنی ۳۰۰ گھوڑوں کی ایک فوج خارج کرتی ہے اور زیادہ ہارس پاور کی گاڑی قیمتی بھی ہوتی ہے۔ اسطرح ماحولیاتی آلودگی سے بھی اضافہ ہورہاہے۔ایک گیلن گیسولین جو مساوی ہے 3.75 لیٹر کے، کہ اسکے استعمال سے جو کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے اس کو جذب کرنیکے لئے ایک بڑا تناور درخت ایک سال کی مدت لیتا ہے۔ یہ قدرتی وسائل کا حد سے زیادہ استعمال سے ماحولیاتی بحران کا پیدا ہونا لازمی بات ہے۔ ماحولیاتی بگاڑ کیلئے صارفیت ایک ذریعہ ہے۔ تقریبات میں پیش کی جانے والی ڈشس کی تعداد اور اقسام سے لوگوں کا سماج میں مرتبہ طے ہورہاہے کہ اگر زیادہ ڈشس ہیں تو اُس دعوت دینے والے کا مرتبہ معاشرہ میں اونچا ہوجاتاہے۔ اسکے معیار زندگی کے اونچے پن کو تسلیم کیا جاتا ہے۔اسی طرز فکر سرمایہ دارانہ سوچ کا لازمی نتیجہ ہے۔ سرمایہ دار معاشرہ آج مادہ پرستی کے عذاب کو جھیل رہاہے۔ عوام کی صارفیت پسندی ہر سال کروڑوں ٹن کچرے کا سبب بنتی ہے۔

مادہ پرست : مادہ پرست سرمایہ دارانہ تہذیب کے شیدائی خریدار کی پسند کے اعتبار سے مصنوعات تیار کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنوعات بنانے والی کمپنیاں ہر وہ طریقہ اختیار کرتی ہیں جس کے ذریعے خریدار کے خریدنے اور زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے کے رجحان کو ان قیمتی مگر کم ضروری مصنوعات کی طرف موڑا جا سکے۔ اسکے لئے قیمتی اشتہارات، برانڈ ایمبا سیڈرس کی خدمات اور غیر اخلاقی اور بے حیائی اور عریانی پر مبنی طریقے استعمال کرتا ہے۔ اسکے نتیجے میں کئی ضروری مصنوعات بازار کی ترجیحات سے خارج ہو جاتی ہیں اور عام آدمی ان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی صارفیت پسندی کی بدولت دنیا کی ۲۰ فیصد خوشحال آبادی جملہ وسائل کا ۸۲ فیصد استعمال کرتی ہے جبکہ ۲۰ فیصد غریب لوگ محض ۵ فیصد وسائل حاصل کر سکتے ہیں۔

ہندوستانی معاشرے میں صارفیت پسندی کی ایک جھلک

بمبئی میں ۲۸ ایمیوزمنٹ پارکس (Amusement park) ہیں جہاں روزانہ ۵۰ بلین لیٹر پانی استعمال ہوتا ہے اور اسی شہر کے کئی پسماندہ بستیاں پانی کے قحط کا شکار ہیں۔ جہاں ایک آدمی کو بمشکل ۴۰ لیٹر پانی حاصل ہوتا ہے۔

جے پور (Jaipur) میں کئی گولف کورس (Gulf Courses) زیر تعمیر ہیں ایک گولف کے میدان کیلئے ۱۸ تا ۳۲ لاکھ لیٹر پانی روزآنہ ضروری ہے۔ جبکہ راجستھان

کے دیہی علاقوں میں پانی کی شدت اور قلّت ہے۔ پانی کی یہ مقدار ایک لاکھ دیہی عوام کی ضرورتوں کیلئے کافی ہے۔

اشیاء صَرف یعنی کم ضروری اشیاء یا غیر ضروری اشیاء سے کچھ دن دل بہلا کر کچرے کے ڈھیر میں پھینک دینا اور اس مختصر وقتی تماشے کیلئے اپنی جملہ توانائیاں نچوڑ کر سرمایہ دارانہ استعمار کے حوالے کر دینا کون سی عقلمندی ہے۔ یہ بے عقلی کی ایک اجتماعی کیفیت ہے۔ جسکو ماہرین سماجی "سماجی خودکشی" (Social suicide) کا نام دیتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہندوستان میں سماج کا ایک قابل ذکر حصہ خودکشی کے اِسی راستے پر چل پڑا ہے۔ ہندوستانی سماج میں امیر و غریب کی سوچ، دلچسپی اور ترجیحات کے درمیان اتنا بڑا فرق ہے کہ یہاں کا با شعور طبقہ بھی سماجی خودکشی کی طرف ہی جارہا ہے۔

طبقاتی تفریق: ملکی سرمایہ دارانہ قوتیں عوام کو ایک دوسرے کے خلاف ورغلا کر سرمایہ دارانہ مفادات کی نگہبانی کرنا، طبقاتی تفریق پیدا کر کے فرقہ پرستی کو بھڑکانا پھوٹ ڈالنا ان کیلئے ضروری ہوتا ہے۔

Multi-National Corporations (M.Ncs)

ا. M.Ncsمعاشی لوٹ اور معاشی تفریق کیلئے جدید سرمایہ دارانہ طبقہ کا سب سے مؤثر ہتھیار ہیں۔

۲. آج یہ کمپنیاں عملاً ہندوستان کے بشمول کئی ممالک کے وسائل پر قابض ہو چکی ہیں۔

۳. یہ وہ کارپوریشن (Corporation) ہیں جو بیک وقت ایک سے زائد ممالک میں رجسٹرڈ شدہ ہیں اور اپنے مقاصد میں مصروف ہیں۔

۴. یہ ادارے منفعت بخش ہیں جو خرید و فروخت، مارکیٹنگ، قدرتی وسائل کی نکاسی، پیداوار اور تحقیق کے بشمول جملہ تجارتی سرگرمیوں کو ایک سے زائد مالک میں انجام دیتے ہیں اور جن کے انتظامی امور سے متعلق فیصلے بالعموم علاقائی اور عالمی تبدیلیوں پر منحصر ہوتے ہیں۔

۵. M.Ncs کے کاروبار یعنی قدرتی وسائل کو تیزی سے قابل استعمال اشیاء صرف کی صورت میں ڈھالنا اور ان کے طویل استعمال کیلئے ذخیرہ اندازی کے ترقی یافتہ راستے ڈھونڈنا اور منتقلی کے تیز ترین ذرائع تلاش کرنا ان کے مقاصد اولین ہیں۔

۶. تجارت کے متعلقہ میدانوں میں موجود کمپنیاں جو چھوٹی چھوٹی ہیں انکو ڈھیر کر دینا اور مارکیٹ سے باہر کر دینا اور خود سوپر پاور کا درجہ حاصل کرنا ان کا نشانہ ہے۔

۷. ان کمپنیوں کا ہنر یہ بھی ہے کہ مصنوعی ضروریات پیدا کر کے عوام کی جیبوں کو لوٹیں، مارکیٹنگ کی نبض دیکھتے رہیں۔ تجارتی تجزیہ کر کے عوام کے بدلتے رجحانات اور انکی کمزوریوں کو رویہ نظر رکھ کر مصنوعی

ضروریات پیدا کرنا اور ان کی تکمیل کیلیئے پروڈکشن کرنا اور نفع کمانا وغیرہ۔

مصنوعی ضروریات کیا ہیں ؟ کاسمٹکس (Cosmetics)، الکٹرانک کی چیزیں۔ پراسسیڈ (processed) غذائیں، آرائش کے سامان، سافٹ ڈرنکس، اشتہاری دوائیاں، غیر ضروری کورسس، گرٹنگ کارڈز، کریڈٹ کارڈز وغیرہ۔ غیر ضروری برانڈس کی صورت میں فضول چیزیں مارکٹ سے لانا اور جارحانہ اشتہار بازی کے ذریعے عوام کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ انکو خریدیں۔ انکے جذبات کو پامال کرنا وغیرہ وغیرہ۔

عالمی معاشی ادارے I.M.F /W.B /W.T.O یہ سب سرمایہ داروں کے مضبوط ہتھیار ہیں کہ دنیا کے انتہائی طاقتور اقتصادی ادارے کہلاتے ہیں۔ یہ ادارے ہر ملک کی معاشی ترجیحات، ترقیاتی پروجکٹس (Projects) اور جملہ معاشی فیصلوں میں بڑا اہم رول ادا کرتے ہیں۔ یہ سب ادارے آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہیں گویا یہ اقتصادی اداروں کا ایک جال ہے جو دنیا کی معاشیات کا رخ طے کرتا ہے۔

بظاہر یہ ادارے ایسے اچھے مقاصد کا اظہار کرتے ہیں کہ لوگ ان اداروں کی کارکردگی کو پسند کرتے ہیں جیسے غربت کا ازالہ، غریب ممالک کی ترقی اور فلاح

لیکن اندرونی طور پر ان کا اصل مقصد سرمایہ دارانہ استعمار کی بالا دستی اور ان کے مفادات کی نگہبانی کرنا ہوتا ہے۔

ان اداروں کی دلچسپی ترقیاتی پراجکٹس میں نہیں ہوتی بلکہ صرف ان پراجکٹس میں ہوتا ہے جو منفعت بخش ہوں اور جن کی تکمیل سے قرض اور سود کی مکمل ادائی یقینی ہو۔ گویا ان کی عنایت اور توجہ کا مرکز منافع خوری ہے نہ کہ کسی ملک کے غرباء سے یا کسی سے انکو ہمدردی ہے۔

PATENTRIGHTS

یہ امریکہ کی ایک جارحانہ پالیسی ہے۔ امریکہ نے ہمیشہ دیگر ممالک کی ایجادات اور دریافتوں اور ان کے patent حقوق کو کبھی خاطر میں نہیں لایا جبکہ ان مالک میں صدیوں سے رائج اشیاء اور فارمولوں کو خود patent کروا کر ترقی پزیر ممالک کیلئے ان کی عالمی تجارت کے دروازے بند کر دیے۔ امریکہ کا ۱۹۵۲ کا act patent پوری دنیا کے ساتھ ایک بدترین ظلم ہے۔ اس قانون کی رو سے امریکہ کی کسی چیز یا کسی مصنوعات کے patent کرنے کی اجازت نہیں دیتا جبکہ دیگر مالک میں رائج اشیاء یا ان کی دریافتوں کو امریکہ اپنے ملک میں patent کروانے کی اجازت دیتا ہے۔ اس عجیب و غریب قانون کے تحت خالص باسمتی چاول اور ہلدی کو بھی امریکی کمپنیاں patent کروا کے اسکی عالمی تجارت کے دروازے بند کر دیے۔

ایک امریکی کمپنی کیلئے یہ ممکن ہے کہ وہ ہندوستان میں اگنے والے باسمتی چاول خرید کر خود ہندوستانی کے لوگوں کو فروخت کرے لیکن کسی ہندوستانی کاشتکار کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ خود اپنی پیداوار کو خود فروخت کر سکے۔ چنانچہ patent کے قانون اور دباؤ پر مبنی پالیسیوں کے ذریعے عوام کو غلام بنایا جارہا ہے۔ اور حکومتوں کو قرض اور سودی جال کے ذریعے غلام بنایا جارہا ہے۔ ان اداروں کی پالیسیاں انسانی حقوق کو پامال کرتی ہیں۔ ان کمپنیوں کی صنعتی مشین جہاں بے پناہ پروڈکسن کا سبب ہیں وہیں بدترین ماحولیاتی بد نظمی کا باعث بنی ہوئی ہیں چنانچہ دنیا کا کوئی ملک ایسے ماحولیاتی بد نظمی سے محفوظ نہیں ہے جب کمپنیاں بڑے ملکوں کو بھی صنعتی فضلہ کا Dumping Ground بنا رہے ہیں۔

ماحولیاتی بحران

Environmental disaster

جدید سرمایہ دارانہ استعمار نے انسانیت کو تباہ کن تحفے دیے ہیں ان میں سے ایک نمایاں اور بڑا تحفہ ماحولیاتی بحران ہے۔

مادہ پرستی - حرص و ہوس اور تعیشات پر مبنی سرمایہ دارانہ طرز زندگی نے گذشتہ چند صدیوں سے جو ماحولیاتی تباہ کاریاں مچائی ہیں ان کا نتیجہ ہے کہ آج بنی نوع انسان کی بقاء کو ہی سخت خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔

(۱) ہماری فضاء زہر آلودہ ہو گئی۔

(۲) پانی کے ذخیرے تباہ ہو چکے ہیں۔

(۳) ہماری غذائیں طرح طرح کی آلودگیوں سے متاثر ہو کر صحت بخش ہونیکے بجائے نت نئے بیماریوں کو فروغ دے رہی ہیں۔

اگر صورتحال اس طرح بگڑتی رہی تو ہم اپنی آئندہ نسلوں کیلئے ایک ایسی دنیا چھوڑ کر جائینگے جس میں نہ انکے لیے صحت بخش کھانا میسر ہو گا نہ صاف پانی اور نہ سانس لینے کیلئے فرحت بخش ہوا۔ اب بھی جبکہ اسکی حیرت ناک تباہیاں سامنے آ چکی ہیں سرمایہ دارانہ قوتیں اسکی روک تھام کیلئے تیار نہیں ہیں یہ حرص و ہوس اور لالچ کی انتہاء ہے کہ ہمارے زمانے کا ظالم سرمایہ دارانہ نظام، انسانیت کی تباہی کی قیمت پر اپنی تجارت کی ترقی چاہتا ہے۔

ماحولیاتی بحران در اصل فطرت میں موجود ماحولیاتی توازن کے درہم برہم ہونے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فطری نظام میں حیرت انگیز توازن قائم فرمایا تھا۔

﴿وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ﴾ ﴿أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ﴾

(اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی۔ کہ ترازو میں حد سے تجاوز نہ کرو۔)

انسانی دست درازیوں کے نتیجے میں یہ فطری توازن بگڑتا جارہا ہے اور فطری ماحول میں فساد پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ ماحولیاتی بحران کے نتیجے میں ایک طرف گلوبل وارمنگ (Global Warming) تبدیلی موسم ، فضائی آلودگی ، آبی آلودگی جیسے مسائل پیدا ہو رہے ہیں تو دوسری طرف قدرتی وسائل کی شدید قلّت پیدا ہوتی جارہی ہے اور تیسری طرف حیوانات اور نباتات کی بے شمار انواع ختم اور ناپید ہوتی جارہی ہیں۔ ان مسائل کا نقصان تو پوری انسانیت کو پہنچ رہا ہے لیکن فوری اور شدید نقصان کا سامنا دنیا کے غریب عوام کو کرنا پڑ رہا ہے۔

ماحولیاتی بحران کو درج ذیل اہم تبدیلیوں کے حوالے سے سمجھا جاسکتا ہے۔

۱. موسمی تبدیلیاں---- Climate change
۲. فضائی آلودگی ---- Air pollution
۳. اوزون کا شگاف---- Ozone depletion
۴. آبی آلودگی اور انکے وسائل کا بحران ---- Water pollution
۵. حیاتیاتی تنوع کا نقصان ---- Biodiversity

ISLAHI TOHFA

٦. توانائی اور قدرتی وسائل کا بحران

موسمی تبدیلیاں Climate change

اللہ تعالیٰ نے اس کُرّہ ارض کے سیارے (planet) پر مخصوص حرارت قائم رکھنے کیلئے ایک قدرتی نظام بنایا ہے۔ سورج سے زمین کو حرارت ملتی ہے جس سے زمین گرم ہوتی ہے۔اس حرارت کا ایک حصّہ زمین واپس (Radiate) کرتی ہے پھر فضاء میں موجود بعض گیس اس حرارت کے کچھ حصّے کو جذب کرتی ہیں ان کو گرین ہاؤس گیسیں (Green house gases) کہا جاتا ہے ان گیس کے اس انجذابی عمل کیوجہ سے زمین پر گرمی ایک مخصوص انداز میں برقرار رہتی ہے۔ گرین ہاؤس گیسیں یہ ہیں

کاربن ڈائی آکسائیڈ CO_2، میتھین CH_4، نائٹرس آکسائیڈ N2O، ہائیڈرو فلورو کاربن (HFCs)، سلفر (s)، ہیکسا فلورائیڈ (Hexafluoride) اور آبی بخارات (water vapors) یہ سب اہم گرین ہاؤس گیسیں ہیں۔ ان کا وجود ضروری ہے ان کے بغیر زمین پر حرارت باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر کاربن ڈائی آکسائیڈ فضامیں نہ ہوتی تو زمین پر درجہ حرارت گر کر 18°C - (یعنی فریج کے ڈیپ فریزر سے بھی کم) ہو جاتا اور زمین پر زندگی کا وجود مشکل ہو جاتا لیکن اِن گیسوں کا صحیح تناسب میں ہونا ضروری ہے۔

اس تناسب کو قائم رکھنے کیلیئے اللہ نے ایک قدرتی نظام بنایا ہے کہ اگر حیوانات سانس لیتے ہیں توآکسیجن کو لیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو خارج کرتے ہیں اور نباتات CO_2 کو لیکرآکسیجن خارج کرتے ہیں۔ گویااس عمل سے جو کہ قدرت کی طرف سے ہے گیس کا تناسب برقرار رہتا ہے۔

لیکن گزشتہ ۳۰۰ برس میں صنعتی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا تو ایک طرف CO_2 اور دیگر گرین ہاؤس گیس کا اخراج بڑھ گیا تو دوسری طرف جنگلات کی تیز رفتار کٹائی کی وجہ سے ان گیس کے انجذاب کا عمل سست ہو گیا۔ فضاء میں ایک دفعہ CO_2 اور گرین ہاوز گیس کا تناسب بڑھ جاتا ہے تو صدیوں تک یہ گیس فضاء میں باقی رہتی ہیں۔اسکے نتیجے میں سورج کی حرارت جذب کرنے اور زمین کو گرم کرنے کا عمل بھی بڑھ گیا۔

<u>زمین پر گرمی کا اضافہ ہونا</u>:-اگر کاربن ڈائی آکسائیڈ زمین پر نہ ہوتی تو زمین کا اوسط درجہ حرارت -18°c ہوتا۔ فضاء میں اس گیس کا قدرتی تناسب ۳۷۵ پی-پی-یم (parts per million) ہے۔اس فطری تناسب کے نتیجے میں زمین کا اوسط درجہ حرارت قدرتاً 14°c برقرار رہتا ہے۔ لیکن اندھا دھند صنعتی سرگرمی، فضائی آلودگی، موٹر گاڑیوں کی زیادتی اور جنگلات کی کٹائی وغیرہ کی وجہ سے یہ تناسب سالانہ 2.54 پی پی یم کی رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ ۱۷۵۰ سے اب تک CO_2 کے

تناسب میں ۳۰ فیصد اور میتھین CH_4 کے تناسب میں ۱۴۸٪ کا اضافہ ہوا ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس رفتار سے ۲۱۰۰ء تک CO_2 کا تناسب ۵۴۱ سے ۹۷۰ پی پی یم تک ہو سکتا ہے۔ اسطرح زمین کے اوسط درجہ حرارت کا بڑھنا ایک خطرناک عمل ہے۔ اسکے نتیجے میں ایسے چکر (یعنی cycle) پیدا ہونے کا امکان ہے جس سے صورتحال ابتر سے ابتر ہوتی جائیگی اور زندگی کا وجود مشکل ہو جائیگا۔

درجہ حرارت بڑھنے کا راست اثر موسمی تبدیلی ہے۔ ۱۹۹۰ کی دہائی گرم ترین دہائی تھی۔ جدّت بڑھتی ہے تو موسموں کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ گرمی زیادہ ہونے لگتی ہے۔ بارش کے اوقات، کیفیت اور تعداد بدل جاتی ہے۔ سیلاب اور قحط آتے ہیں۔ برف پوش پہاڑوں کی برف پگھلنے لگتی ہے۔ سمندری پانی بخارات بن جانے کی وجہ سے گرین ہاوز گیاسس میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے بھی گرمی بڑھتی ہے۔ اس طرح ایک بے پناہ تباہ کن عمل شروع ہو جاتا ہے۔ گرمی بڑھنے سے سمندروں کا پانی پھیلتا ہے جس سے پانی کی سطح بڑھتی ہے تو ساحلی علاقوں میں پانی گھس جاتا ہے جس سے جزیرے ڈوب سکتے ہیں۔

موسم کی اس تبدیلی سے حیوانات، نباتات اور (بیکٹیریا) Bacteria کی کئی قسمیں ختم ہو سکتی ہیں۔ قدرتی طور پر مختلف قسمیں ایک دوسرے کا توازن برقرار رکھتی ہیں۔ اسکی ایک مثال سمندر کی تیزابیت (شوریدگی) ہے۔

فضاء میں رہ جانے والی گیسوں کا ایک حصہ سمندر کا پانی جذب کرتا ہے اور پانی کے ساتھ کیمیائی تعامل (Chemical reaction) کر کے سمندر کے پانی کی تیزابیت کو بڑھاتی ہیں۔ بڑھی ہوئی تیزابیت میں بہت سے حیوانات اور نباتات زندہ نہیں رہ پاتے اور اس طرح انکی انواع ختم ہونے لگتی ہیں۔ انسانی زندگی میں مختلف (بیکٹیریا) Bacteria کی بڑی اہمیت ہوتی ہے کہ بہت سے صحت مند جراثیم (Germs) ، بیماریاں پھیلانے والے جراثیم کو قابو میں رکھتے ہیں۔ بعض بیماریوں کے جراثیم بڑھے ہوئے درجہ حرارت میں ہی پرورش پاتے ہیں۔ حرارت غیر نظری طور پر بڑھتی ہے تو ایک طرف نقصان دہ جراثیم افزائش پانے لگتے ہیں اور دوسری طرف صحت مند جراثیم ختم ہونے لگتے ہیں۔ نتیجتاً عالمی سطح پر صحت عامہ، زراعت اور غذا کے بحران پیدا ہو سکتے ہیں۔

زنجیری عمل یعنی Chain reaction :- ان موسمی تبدیلیوں کی سب سے تشویش ناک خصوصیت ان کا زنجیری عمل ہے۔ کہ موسم کی تبدیلی دیگر کئی تبدیلیوں کا ذریعہ بنتی ہے اسطرح بہت تیزی سے صورت حال دھماکہ خبر بن جاتی ہے۔ مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(ا) درجہ حرارت کے بڑھنے سے سمندر کا پانی گرم ہوتا ہے گرم پانی زیادہ CO_2 نہیں رکھ سکتا وہ اسکو خارج کرتا ہے جس سے فضاء میں CO_2 بڑھتی ہے۔ اور مزید فضا کا درجہ حرارت بڑھاتی ہے۔

(۲) قطبین کے علاقوں میں گرمی سے برف پگھلتی ہے ان کے پگھلنے سے CO_2 سے زیادہ یعنی ۵۰ گنا زیادہ گرمی پیدا کرنے والی گیس میتھین CH_4 خارج ہوتی ہے۔ جس سے فضاء اور بھی گرم ہو جاتی ہے۔ اور برف کے پگھلنے کا عمل اور تیز ہو جاتا ہے۔

(۳) CO_2 فضاء کو گرم کرتی ہے جس سے پانی بخارات بنکر فضاء میں شامل ہو جاتا ہے۔ بخارات خود گرین ہاوز گیس ہے۔ اسلئے گرمی بڑھنے کا عمل اور تیز ہو جاتا ہے۔ اسطرح اس زنجیری تعامل کے نتیجے میں کبھی بھی اچانک دھماکہ ہو سکتا ہے اور صورتحال قابو سے باہر ہو سکتی ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ موسمی تبدیلی کا عمل ایک ایسا عمل ہے جو ابتدائی محسوس نہیں ہوتا لیکن تیزی سے بڑھتا جاتا ہے اور اچانک دھماکہ کے ساتھ خطر ناک بن سکتا ہے۔ اگر زمین کے اوسط درجہ حرارت میں $5°c$ کا بھی اضافہ ہو جاتا تو زمین پر سے زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ موجودہ رفتار سے اس اضافہ کیلئے محض ۵۰ سال کافی ہیں۔

فضائی آلودگی (Air pollution)

گرین ہاؤس گیس کے اخراج کے ساتھ ، سرمایہ دارانہ استعمار کی جانب سے پُر تَعَیّش طرز زندگی کے فروغ کیوجہ سے اور بھی زہریلی گیس فضا میں مستقل اپنا تناسب بڑھا رہی ہیں۔ ان میں سے کچھ اہم گیس حسب ذیل ہیں۔

(ا) **ہائیڈروکاربن**: بعض صنعتی کارخانوں، گاڑیوں اور ایندھن کے جلنے سے ہوا میں خارج ہوتے ہیں۔ ان کی زیادہ مقدار صحت کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ ان کے اثرات میں متلی، قے، سر درد، تھکن وغیرہ۔۔

(۲) **کاربن مانوآکسائیڈ**: CO، اس کا اخراج گاڑیوں کے دھویں سے ہوتا ہے۔ کوئلہ جلانے سے، ائیل جلانے سے اور صنعتی کارخانوں سے یہ خارج ہوتی ہے اس سے. برین ہمریج، آکسیجن کی سپلائی کا رک جانا پھر اسکے نقصانات سے انسان دوچار ہوتا ہے۔

(۳) **نائٹروجن آکسائیڈ**: یہ گیس گاڑیوں سے نکلتی ہے اس گیس سے پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں اور اس سے تنفس کی بیماریاں (جو **سانس لینے کے نظام** (Respiratory System) کو متاثر کرتی) ناک، گلا، سانس کی نالیاں اور پھیپھڑے کو متاثر کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ لینڈ (lead) اور فضاء میں معلق ذرات (Suspended particles) ہیں جن سے دمّہ، دل کی بیماریاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں۔

اوزون کا شگاف Ozone Depletion

اللہ تعالیٰ نے زمین کے اطراف اوزون گیس کی ایک سطح پیدا فرمادی ہے۔ اوزون کی یہ سطح ایک چھلنی کا کام کرتی ہے۔ سورج سے روشنی اور حرارت کو زمین پر آنے دیتی ہے۔ لیکن خطرناک بالائی بنفشی شعاعوں (ultraviolet

rays) جو سورج سے روشنی اور حرارت کے ساتھ خارج ہوتی ہیں، اس کو روک دیتی ہے۔

یہ بالائی بنفشی شعاعیں انسان، حیوان اور نباتات کیلئے سخت نقصان دہ ہیں انسانی جلد کے خلیوں کو یہ سرطان زدہ (Cancerous) بنا سکتی ہیں اسکے علاوہ یہ انسانوں میں مدافعتی نظام (Immune system) کو کمزور کر کے بہت سی دیگر بیماریوں کا ذریعہ بنتی ہیں۔

بالائی بنفشی شعاعوں سے موتیا (Cataract) کی شکایت بڑھنے کے واقعات بھی نوٹ کیئے گئے ہیں۔

نباتات میں اسکی لہریں ان کی افزائش کو متاثر کرتی ہیں۔ چاول اور دیگر کئی پودے، نائٹروجن کی ضروریات ایک مخصوص بیکٹیریا سے پوری کرتے ہیں جسکو Cyanobacteria کہتے ہیں جو انکی جڑوں میں پایا جاتا ہے۔ بالائی بنفشی لہریں اس بیکٹیریا کو ختم کر دیتی ہیں۔ اس سے یہ فصلیں پوری خراب ہو سکتی ہیں۔ گرین ہاوز گیس خصوصاً ایئر کنڈیشن اور ریفریجریٹرس سے خارج ہونے والی کلوروفلوروکاربن گیس، اوزون سے تعامل کر کے اس میں شگاف پیدا کرتی ہے۔ گذشتہ ۳۰۰ سال کی صنعتی سرگرمیوں کے نتیجے میں اوزون میں گہرا شگاف پیدا ہو چکا ہے۔ ۲۰۰۶ میں اس شگاف کا رتبہ اندازاً ۲۹ ملین مربع

کیلو میٹر کیا گیا تھا۔ یہ شگاف بڑھتا جا رہا ہے اور اوزون کی تہہ (لہر) بھی باریک ہوتی جا رہی ہے۔

آبی آلودگی اور آبی وسائل کا بحران Water pollution

ہوا کے بعد پانی، انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ دنیا میں ہر سال ڈھائی کروڑ لوگ آلودہ پانی کے استعمال سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے مرتے ہیں۔ ۱۸ لاکھ بچے ہر سال صرف ڈائیریا (Diarrhea) سے مرتے ہیں۔ پانی کی بیماریوں کی وجہ سے دنیا میں بچوں کی 44.5 کروڑ اسکولی ایام (School days) ضائع ہوتے ہیں۔

عام طور پر اس صورتحال کیلئے بڑھتی ہوی آبادی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ امیر غریب کی تفریق، بڑی کمپنیوں کی ہوس اور فضول خرچی جیسے عوامل ذمہ دار ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک سے تعلق رکھنے والے دنیا کے ۲۰ فیصد امیر ترین لوگ دنیا کے پانی کا ۸۵٪ استعمال کرتے ہیں یہ پانی فائیو اسٹار ہوٹلوں کے گیزاز میں بخارات بن جانے والے پانی، سوئمنگ پولوں (Swimming Pools)، واٹر پارکس اور آبی عیاشی کے دیگر مراکز اور اس طرز کے دیگر فضول خرچیوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی کی وجہ سے بڑی بڑی کمپنیاں آبی ذخائر پر قابض ہو جاتی ہیں۔

صنعتی آلودگیوں کی وجہ سے ہمارے ملک کے اکثر دریا بہت خراب حالت میں ہیں۔ دریائے جمنا (Jamuna River) کے دہلی میں داخلہ کے بعد اس کے صاف پانی میں ۱۷۰ کروڑ لیٹر گندا پانی (Untreated Sewage) ہر روز شامل کر دیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ تقریباً ۹۳۱۰۰ صنعتی کارخانوں کا فضلہ بھی ہر روز دریائے جمنا میں داخل ہوتا رہتا ہے۔

ہمارے ملک میں زمین کی سطح پر پائے جانے والے پانی کا ۷۰٪ حصہ آلودہ ہے ۵۰٪ سے زیادہ صنعتیں طے شدہ معیار سے زیادہ تر آلودگیاں پانی سے داخل کرتی ہیں۔

ISLAHI TOHFA

حیاتیاتی تنوع (Biodiversity) کا نقصان

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کوئی چیز بیکار نہیں بنائی۔ ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَـٰذَا بَاطِلًا﴾ [آل عمران: ۱۹۱] اے ہمارے رب تو نے کوئی چیز بیکار نہیں پیدا فرمائی۔

نباتات اور حیوانات کی ہر قسم کے ذمہ اس دنیا کو چلانے کے لئے کوئی نہ کوئی اہم کام اسکے ذمہ کیا گیا ہے۔ نباتات یا حیوانات کی ان قسموں کا ختم ہو جانا در اصل ان کے ذمہ کئے ہوے کاموں کا ختم ہو جانا ہے۔ جسکی وجہ سے دنیا میں رہنے والی ہر مخلوق مشکلات سے دوچار ہو جاتی ہے۔ ایک مثال؛ سمندر میں موجود ننھے منّے planktons، فضا میں موجود کاربن ڈائی آک سئیڈ کے تناسب کو برقرار رکھنے میں

اہم کام انجام دیتے ہیں۔ سمندر کے درجہ حرارت کے بڑھ جانے سے یہ planktons ختم ہو جارہے ہیں جسکی وجہ سے گرین ہاوز گیس کا تناسب بڑھ رہا ہے اور نتیجے میں گرمی بڑھ رہی ہے۔ چوہے کھانے والے سانپوں اور مچھر کے انڈے کھانے والے مینڈکوں کی قسمیں ختم ہو رہی ہیں اسکی وجہ سے انسانی زندگی مشکل ہو گئی کہ ان کے نہ ہونے سے طاعون اور ملیریا کی بیماریاں عام ہو گئیں۔

انسان بعض قسم کے کاموں کو جانتا ہے جو نظر آتے ہیں لیکن نباتات اور حیوانات اور خاص طور پر نظر نہ آنے والے جراثیم کی کروڑوں قسمیں ایسی ہیں جو ہماری زندگی کی حفاظت اور بقاء کیلئے اللہ کے حکم سے اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہی ہیں اور ہمکوان کے کاموں کا پتہ نہیں ہے۔اس لئے ان کا ضائع ہونا کیسی کیسی قیامتیں برپا کر سکتا ہے۔

ماحولیاتی سائنس دانوں کا اندازہ ہے کہ ہماری دنیا میں سے ہر روز ۲۰۰-۱۵۰تک نباتاتی اور حیواناتی انواع ختم ہو رہی ہیں۔ ہندوستان میں نباتات کی ٪۱۰ انواع اور پستانیے حیوانات یعنی دودھ دینے والے حیوانات کی ٪۲۰ قسم کو خطرہ لاحق ہے۔ چنانچہ چیتا، گلابی سر والا بطخ، ایک سینگ والا rhino (یعنی گینڈا)، پہاڑی تیتر، جنگلی اُلّو، جنگل کے چوہے وغیرہ کے بشمول ۲۳ سے زائد یہ قسمیں ختم ہو چکی ہیں۔

ان انواع کے خاتمے میں صنعت کاری، جنگلات کی کٹائی، شکار کا شوق، ماحولیاتی آلودگیاں وغیرہ جیسے عوامل (یعنی) (Factors) کے ساتھ زراعت وغیرہ کے طریقوں میں سرمایہ دارانہ انداز میں لائی ہوئی تبدیلیاں بھی ذمہ دار ہیں۔

کارپوریٹ ایگریکلچر (Corporate Agriculture) اور بیج اور کھاد تیار کرنے والی کمپنیاں بڑے پیمانے پر پھلوں اور دیگر غذائی اجناس کی تیاری کیلئے جینسیاتی تبدیلیاں (Genetic Modification) کرتی ہیں ان تبدیلیوں سے ایک نئی قسم غلّے کی وجود میں آتی ہے اور پرانی قسمیں خطرے میں پڑھاتی ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی کسان تقریباً ساٹھ ہزار (٦٠،٠٠٠) قسم کے چاول اگاتے رہے ہیں اب بیجوں کی عالمی کمپنیاں انکو ایک ہی قسم کے چاول اگانے پر مجبور کی ہے۔ اس طرح پھلوں کی مختلف قسمیں جو مقامی ہیں وہ ضائع ہو رہی ہیں اور انکی جگہ بیرونی ممالک کے پھل لے رہے ہیں (مثلاً امریکی سیب)۔ مرغیوں کی ہزاروں قسموں کی جگہ پولٹری کی ایک ہی قسم سارے ملک میں عام ہو رہی ہے اسکے نتیجے میں دیسی مرغیوں کی مختلف قسمیں ضائع ہو سکتی ہیں۔

قدرتی وسائل کا بحران

اللہ تعالیٰ نے اس کُرّہ ارض پر انسانی ضروریات کی تکمیل کیلئے بھرپور وسائل فراہم کر دیے ہیں لیکن انسان کی حرص اور ہوس کی وجہ سے قدرتی وسائل اور خصوصاً توانائی کا بحران پیدا ہو گیا ہے۔ انسان کی حرص کے آگے ایک کُرّہ ارض کے جیسے

اور کئی سیارے بھی ہوں تو اسکی حرص پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس وقت انسان زمین کی سکت سے ۳۰ ٪ زیادہ قدرتی وسائل استعمال کر رہا ہے۔ چنانچہ امریکہ جملہ آئیل (Oil) کا ۲۵ ٪ استعمال کرتا ہے اور مشرق وسطی (Middle east) پر دباؤڈالکر زیادہ سے زیادہ آئیل نکلوا رہا ہے۔

ماحولیاتی بحران اور دنیا کے غریب عوام

ماحولیاتی بحران کا اثر تو سب پر ہی پڑتا ہے لیکن غریب عوام اس سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ فلٹر والے ایئر کنڈیشن کا گھروں، دفتروں، کاروں، شاپنگ مالوں وغیرہ میں استعمال عام ہو گیا ہے اسکے نتیجے میں ایک امیر آدمی کا فضائی آلودگی سے واسطہ کم پڑتا ہے لیکن غریب آدمی روزانہ زہریلی فضاء میں سانس لینے پر مجبور ہے۔ امیر لوگوں کو زمین کی بڑھتی درجہ حرارت کا پتہ ہی نہیں چلتا۔

امیروں کیلئے تعیشاتی چیزیں تیار کرنے والی کمپنیاں، فیکٹریوں کا فضلہ پانی میں خارج کرتی ہیں اسکو پیکر بیمار ہونا اور اسکی وجہ سے مر جانا بھی غریب ہی کے حصہ میں آتا ہے۔ کیونکہ غریب میں اس قدر سکت تو نہیں ہوتی کہ وہ واٹر purifiers لگا کر پانی کا استعمال کر سکے۔

جنگلات اور پہاڑ اور وہاں کا Ecosystem یعنی رہن سہن کا طریقہ آدیباسیوں اور قبائلیوں کیلئے بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ صدیوں سے ان کا نہ صرف رہن سہن

بلکہ ان کا روزگار بھی جنگلات اور پہاڑوں سے وابستہ ہے۔ سرمایہ دارانہ استعمار کی حرص کی بناء پر ترقی کے نام پر ان جنگلات کو اور پہاڑوں کو ختم کیا جارہا ہے تو غریبوں کی دنیا ہی اُجڑ جارہی ہے۔

Plantations یہہ آبی پودے ہیں جو فضاء سے CO_2 کو جذب کر کے زندہ رہتے ہیں لیکن سمندر میں خود گرمی بڑھ جاتی ہے تو وہ فنا ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں فضاء کی CO_2 کو جذب کرنے کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔

صارفیت اور معاشی دباؤ

سرمایہ دارانہ استعمار نے صارفیت (Consumerism) اور تعیشات کا جو مزاج بنایا ہے۔اس کا سب سے زیادہ اثر خواتین پر پڑتا ہے۔اشتہارات زیادہ تر خواتین اور بچوں کو مخاطب کر کے ہی بنائے جاتے ہیں۔ معیار زندگی کی دوڑ اور مسابقت کا جذبہ نفسیاتی طور پر خواتین میں زیادہ ہوتا ہے۔جب اشتہارات کے ذریعے مصنوعی طور پر معیار زندگی کے متعلق انتہاء پسندانہ تصورات پیدا کئے جاتے ہیں اور صارفیت کا مستقل دباؤ قائم کیا جاتا ہے تو اُسکے نقصان دہ اثرات سب سے زیادہ خواتین ہی قبول کرتی ہیں۔

یہ صارفیت اور معیار زندگی کی دوڑ ہی تو ہے جس نے جہیز کی لعنت کو جنم دیا۔ اب دلہنوں کو جلادینے کا عمل، روایت پسند، نیم خواندہ گھرانوں تک محدود نہیں رہا بلکہ

اچھے خاصے جدید تعلیم یافتہ اور خوشحال گھرانوں میں بھی بیویاں جلائی جارہی ہیں۔ یہ صارفیت کی پیدا کردہ بے پناہ ہوس ہی ہے کہ انسان اشیاء اور دولت کے پیچھے دیوانہ ہے۔ یہ کبھی رشوت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے تو کبھی حرام اور ناجائز طریقے سے اور کبھی ظلم وزیادتی اور دھوکہ سے اسکو حاصل کیا جاتا ہے۔

صارفیت اور ماحولیاتی بحران ---اُن کے اسباب

صارفیت کے بڑھتے رجحانات سے متعلق لوگوں کی اصلاح کرنا نہ صرف ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کیلئے ضروری ہے بلکہ معاشرہ کی ہمہ جہتی ترقی بھی اسی سے جڑی ہوئی ہے چنانچہ صارفیت سے انسانیت کو بچانیکے لئے چند بنیادی باتوں کو سمجھ جانا ضروری ہے۔

(ا) ماحولیاتی بحران اور صارفیت کا بنیادی سبب تکاثر ہے یعنی زیادہ سے زیادہ ہوس، سرمایہ دارانہ استعمار اور سرمایہ دارانہ نظام اس تکاثر کو فروغ دیتا ہے۔بڑی کمپنیاں زیادہ منافع کی لالچ میں اپنی پیداوار بڑھانا چاہتی ہیں ۔ اسکے لئے وہ اشتہارات بازاروں کی چکاچوند، لالچ اور ہوس کو مشتعل کرنے والی ترغیبات اور ذرائع اختیار کر کے لوگوں کے اندر حد سے زیادہ فضول خرچی کا رجحان بڑھایا جائے۔ چنانچہ لوگ اپنی حقیقی ضرورت سے زیادہ صرف کرنے لگتے ہیں۔ایک طرف اسراف ہے تو دوسری طرف کمپنیوں کی حد سے زیادہ پروڈکشن کی وجہ سے توانائی، پانی اور دیگر قدرتی وسائل کا نقصان ہوتا ہے۔ جنگلات کٹتے ہیں اور فضاء اور پانی میں

زہریلی گیاس اور دیگر آلودگیاں خارج ہونے لگتی ہیں اس طرح یہ تکاثر پوری دنیا کے بنو نوع انسان کیلئے ہلاکت کا ذریعہ بن رہا ہے۔

اگرانسان اللہ کی دی ہوئی وہ نعمتوں کا توازن اور اعتدال کے ساتھ حسب ضرورت اور بشرط ضرورت استعمال کر لیتا تو توازن برقرار رہتا۔ لیکن جب ہر گھر کا بچہ تین سو گھوڑوں کی فوج (یعنی ۳۰۰ ہارس پاور کی کار) لیکر نکلنے لگے تو گاڑیوں کی بھر مار ہو گئی۔ ریفریجریشن اور ایئر کنڈیشن کو ضروریات زندگی میں شامل کر لیا گیا۔ پھر قدرتی وسائل کو بے دردی سے پھونکا جانے لگا تو ماحولیاتی بحران پیدا ہو گیا۔
﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾[الروم: ۴۱]
(خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ خدا اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں) چنانچہ اس بحران کیلئے بنیادی طور پر امیر ممالک اور امیر عوام ذمہ دار ہیں اور اسکے لئے وہ لوگ بھی ذمہ دار ہیں جو اپنی ضروریات سے زیادہ وسائل اور توانائیاں صرف کرتے رہتے ہیں۔
﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾[الأعراف: ۳۱] — (کھاؤ اور پیؤ اور بے جانہ اڑاؤ کہ خدا بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾[الإسراء: ۲۷] کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔ دنیا کے ٪۲۰ امیر ترین لوگ دنیا کی توانائی کا ٪۷۵ استعمال کرتے ہیں جبکہ دنیا کے ٪۲۰ غریب ترین لوگ محض ٪۴ توانائی استعمال کرتے

ہیں۔ دنیا میں جتنی گاڑیاں ہیں ان کے ٪ ۸۰ کا استعمال صرف ٪ ۲۰ امیر ترین لوگوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ غریب ترین ٪ ۲۰ پر لوگ صرف ٪ ۱۰ گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔

امریکہ میں جتنے Driving Licenses ہیں اُن سے زیادہ کاریں ہیں یعنی ایک آدمی ایک سے زیادہ کار استعمال کرتا ہے۔ اسطرح امریکہ میں جملہ تعداد گاڑیوں کی ۲۵ کروڑ ہے جو وہاں کی آبادی سے کچھ ہی کم ہے۔ یعنی ہر ہزار آدمیوں میں ۷۶۵ گاڑیاں ہیں جبکہ ہندوستان میں ایک ہزار لوگوں میں صرف ۱۲ گاڑیاں ہیں اور حبشہ یعنی -Ethopia میں اور نائجیریا میں ایک ہزار آدمیوں میں ایک گاڑی ہے۔ امریکہ میں اکثر ادمیوں کے پاس ۱۲ یا ۱۳ کریڈٹ کارڈز (Credit cards) ہوتے ہیں۔

سائنس دانوں کا اندازہ ہے کہ اوسطاً ایک امریکی، کسی غریب ملک کے شہر کے مقابلہ میں عالمی ماحول کو ۱۰۰ گنا زیادہ برباد کرتا ہے۔ اگر ساری دنیا کے لوگ ایک اوسط امریکی کے مساوی معیار زندگی بنالیں تو ہمکو اس زمین کے جیسے پانچ ایسے سیاروں planets کی ضرورت ہوگی جن سے قدرتی وسائل بھرپور ہوں۔ اسکے بر خلاف اگر ہر آدمی ایک بنگلہ دیشی کے مساوی معیار زندگی بنالے تو ہماری زمین اور اسکے وسائل موجودہ آبادی سے ہم گنا زیادہ آبادی کیلئے کافی ہوگی۔

اسراف اور ضائع کرنا دونوں عام ہیں

Five-Star Hotels میں Bath Rooms میں لگے گیزرز ۲۴ گھنٹے چلتے رہتے ہیں ان سے جو پانی بخارات بنکر ضائع ہو جاتا ہے اگر صرف اس کو جمع کر لیا جاتا ہے تو دنیا کے کئی غریب خاندانوں کو صاف پانی میسر آ سکتا ہے۔ امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک ایک تہائی سے زیادہ غذائی اجناس پھینک دیتے ہیں۔ امریکہ میں جتنی تیار غذائیں بنتی ہیں ان کا ۲۷٪ کبھی بھی استعمال نہیں ہوتا وہ فیکٹریوں، دوکانوں یا گھروں کے ریفریجریٹروں سے کچرے کی کنڈیوں میں چلا جاتا ہے۔

مذکورہ حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ماحولیاتی بحران کا بنیادی سبب اسراف extravagance ہے۔ اور بے جا صارفیت کا مزاج ہے۔

سرمایہ دارانہ استعمار، تجارتی کمپنیوں کے منافع کیلئے اشتہارات کے ذریعے اس اسراف اور بے جا صارفیت کا مزاج پیدا کرتا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ کمپنیاں اندھا دھند Production صنعت کرتی ہیں۔ جنگلات کٹے چلے جاتے ہیں توانائی کا بے دریغ استعمال ہوتا ہے اور گرین ہاوز گیاسس خارج کرتی ہیں۔

امریکہ نے Green House Gases کا اخراج اب تک باقی دنیا سے زیادہ کیا ہے جبکہ امریکہ کی آبادی دنیا کی آبادی کا محض ۵٪ ہے۔ اس طرح دنیا کو تباہی کی طرف لے جانے میں امریکہ سارے ممالک سے آگے ہے۔

ماحولیاتی سائنس داں اور ماحولیاتی تحریکیں پوری شدت کے ساتھ حکومتوں کو اس سنگین مسئلہ کی حسّاسیت کا احساس دلاتی رہتی ہیں لیکن عالمی تجارت پر حاوی سرمایہ دار اور انکی سرپرستی کرنے والے مغربی ممالک ہمیشہ ان کوششوں میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور بنی نوع انسان کی بقاء اور تحفظ کو داؤ پر لگا کر امریکہ کی بڑی بڑی کمپنیاں کتابیں شائع کر کے دنیا کے لوگوں کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کر رہی ہیں کہ Global warming کوئی خطرہ نہیں ہے ایسا کہنا ایک جھوٹا جال ہے دھوکہ ہے علمی خیانت ہے۔ چنانچہ سب سائنسی فراڈ بعد میں ظاہر تو ہو گیا لیکن عملاً حکومتوں کی سطح پر ماحولیاتی توازن کی برقراری کی عالمی کوششوں کے عدم تعاون کا رویہ اور مزاج برقرار رہا۔

صارفیت اور ماحولیاتی بحران کا اسلامی علاج

دنیا میں ماحولیاتی بحران کے Environmental disaster کا یہ مسئلہ فطرت سے جنگ کا نتیجہ ہے۔ مغربی طرز زندگی، مادہ پرستانہ فلسفوں پر کھڑی ہے جس میں انسان کی عقل کو بالاتری حاصل ہے۔ اس تصور نے جو غرور و تکبر پیدا کر دیا ہے اس نے فطرت سے جنگ اور اسکو شکست دینے کا جذبہ پیدا کیا اور مادی خوشحالی و آسودگی اور معیار زندگی، انسان کا مقصد حیات بن گیا۔

یہ مادہ پرستانہ مقصد جب اخلاقی اصولوں سے عاری طرز زندگی سے جڑا تو اس سے جو فتنے پیدا ہوئے اُن میں سب سے بڑا فتنہ ماحولیاتی بحران کا ہے۔ اسلام کے

نزدیک یہ ساری کائنات اللہ نے بنائی اور اس میں کوئی بھی چیز بے کار اور فضول نہیں ہے۔ اور اس میں ایک توازن رکھا گیا ہے جسکو Ecological Balance کہتے ہیں۔ اس توازن میں بگاڑ اسوقت آتا ہے جب وسائل قدرت کی تسخیر میں آدمی حد سے گزر جاتا ہے۔ اسلئے اس مُتوازن کائناتی نظام میں من مانی طرز زندگی اگر انسان گزرتا ہے تو خلل، فساد کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

اسلام انسان میں جواب دہی کا اعتقاد پیدا کرتا ہے کہ انسان سے روز آخرت ہر نعمت کے بارے میں سوال کیا جائیگا یعنی کہ حلال اور جائز چیزوں کے استعمال کے سلسلے میں سزا اور عذاب سے دوچار ہونا پڑیگا۔

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ [التکاثر: ٨] پھر تم سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے بارے میں پرسش ہوگی۔

حدیث: دنیا کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب ہے۔

اسلام صرف اس تصور کو انسان کے ذہن نشین کرانے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس نظریہ اور اعتقاد کی بنیاد پر ماحولیاتی اخلاق کی ایک عمارت کھڑی کرتا ہے اور اخلاقی اور قانونی ذرائع استعمال کرتے ہوئے انسان کو پابند کرتا ہے کہ وہ اس کرہ ارض پر ذمہ دارانہ زندگی گزار کر یہاں عرصہ حیات پوری کرے۔

سادہ زندگی اور تعیشات سے گریز کرنیکی تعلیم اسلام دیتا ہے

حدیث: یہ سادہ زندگی (سادگی) ایمان کی علامت ہے۔

حدیث: دنیوی آسائش میرے لئے نہیں ہے میں ایک مسافر کی طرح ہوں جو آرام کیلئے تھوڑی دیر درخت کے سائے میں توقف کرتا ہے پھر چل پڑتا ہے۔

حدیث: جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جسکو مال اور خوبصورتی کے معاملے میں تم سے زیادہ نوازا گیا ہے تو اُن لوگوں کو دیکھو جنکو یہ سب تم سے کم دیا گیا ہے۔

ہم نہ تھے کل کی بات ہے فآنی
ہم نہ ہونگے وہ کل بھی دور نہیں

حدیث: ایک بستر مرد کیلئے ایک بیوی کیلئے اور ایک مہمان کیلئے، چوتھا بستر شیطان کا ہوگا۔ (یعنی حلال تعیشات میں بھی احتیاط اور میانہ روی کی تعلیم دی گئی ہے)

وسائل کے استعمال میں اعتدال برتنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾[الأعراف: ٣١] (کھاؤاور پیؤاور بے جانہ اڑاؤکہ خدا بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا) اگر وسائل میسّر ہوں اور رزق میں وسعت ہو تو بجائے بے جا صرف اور اسراف کے ضرورت مندوں حاجتمندوں اور غریبوں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾[الإسراء: ٢٦]

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔ اور فضول خرچی سے مال نہ اُڑاؤ۔

حدیث: شیطانوں کے کچھ اونٹ ہوتے ہیں اور کچھ مکان بھی ہوتے ہیں۔ شیطانوں کے اونٹوں کو میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی چند بے سواری کے اونٹ لیکر نکلتا ہے جنکو اُس نے کھلا کھلا کر موٹا کر دیا ہے اور ان میں سے کسی اونٹ پر نہ خود سوار ہوتا ہے اور نہ اپنے بھائی کو سوار کرتا ہے۔

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾[الإسراء: ٢٧] کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔

ساری مخلوق، اللہ کا کنبہ ہے اور جانداروں کو نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔ حیوانات چرند، پرند، نباتات، حشرات الارض، سب اللہ کا کنبہ ہے انکی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔

حدیث: ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو محبوب تر وہ ہے جو اسکے کنبے کیلئے فائدہ مند ہو۔

درختوں کو بے جا کاٹنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور درخت اگانے کی تعلیم دیگئی ہے۔
حدیث: جو کسی بنجر زمین کو شاداب کریگا اسکو اس کا اجر ملیگا اور جو کچھ اس زمین کے

درختوں وغیرہ کی پیداوار سے (انسان، جانور، چرند، یا پرند کے ذریعے) کھایا جائے گا اُس کو ایک صدقہ کا ثواب ملے گا۔

حدیث : اللہ کے رسول نے ایسے درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے جو انسان حیوان کیلئے جنگل میں سایہ کا ذریعہ ہو۔

پانی کے استعمال میں احتیاط کی تعلیم دی گئی

حدیث : آپ نے ایک صحابی کو وضو کرتے دیکھا اور فرمایا یہ فضول خرچی کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا وضو میں بھی فضول خرچی ہوتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں چاہے تم بہتے دریا کے کنارے ہی وضو کیوں نہ کر رہے ہوں۔

نوٹ : اس حدیث کے خلاف کر کے وعید سے بچنے کیلئے گناہ سے بچنے کیلئے مسلمان حضرات وضو میں طوطی کے لوٹے کا استعمال کرتے ہیں تا کہ پانی ایک انداز اور مقدار سے زیادہ استعمال میں نہ آئے اس طرح غسل میں بھی کم سے کم پانی کا استعمال کرتے ہیں۔

وسائل قدرت پر سب کا مساوی حق تسلیم کیا گیا ہے

حدیث : کسی کو بھی گھاس، پانی، یا آگ لینے سے نہ روکو کیونکہ یہ ساز و سامان، ضرورت اور کمزوروں کا سہارا ہیں۔

حدیث : تین آدمیوں کی طرف قیامت کے دن اللہ نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہو گا۔ وہ جسکو فاضل پانی میسر تھا اور اس نے اسکے استفادے سے مسافروں کو محروم کر دیا۔ اسکے علاوہ آپ نے فاضل پانی کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔ کسی بھی ایسے کام سے منع کیا گیا جس سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہو۔

حدیث : آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے نہ ابتداء میں اور نہ جواب ہیں۔

مسلمان زمین پر خلیفۃ اللہ ہے اس حیثیت سے وہ وسائل کائنات کا امین ہے۔ اس اعتبار سے ماحولیاتی بحران کے خلاف سب سے طاقتور آواز مسلمانوں کی جانب سے ہونی چاہیے تھا کیونکہ مسلمان ماحولیاتی تحریک کا علمبردار ہو۔ لیکن بد قسمتی دیکھے کہ مسلمان نہ صرف اس سنگین مسئلہ سے غافل ہے بلکہ ماحولیاتی بحران پیدا کرنے میں خود بھی شریک ہے اور حکومتی سطح پر اسلامی ممالک اس مسئلہ پر قائدانہ رول ادا کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔ محفوظ ترقی کے تصور پر عمل آوری کیلئے مؤثر قانون سازی اور عالمی معاہدات کا ہونا ضروری ہے۔

سودی نظام ناپائیدار ہوتا ہے

سود کا نظام ناپائیدار ہوتا ہے۔ جب شرح سود کم ہوتی ہے تو لوگ بچت نہیں کرتے اور زیادہ سے زیادہ قرض لینے اور خرچ کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں اسکے نتیجے

میں خرچ کرنیکے رحجان میں اضافہ ہونے لگتا ہے شاپنگ مال آباد ہو جاتے ہیں۔ گاڑیاں خریدنے والوں کی قطار لگ جاتی ہے، ہر آدمی گھر بنانا اور flat خریدنا چاہتا ہے اور بنک گھر بنانے، کار خریدنے کے علاوہ ٹی شرٹ خریدنے اور ہوٹل میں چھٹی گزارنے کیلئے بھی قرضوں کی پیشکش کرتے رہتے ہیں نتیجے کے طور پر ڈیمانڈ (طلب) بڑھ جاتی ہے۔ اسکی وجہ سے روزگار کے مواقع بھی بڑھ جاتے ہیں شہروں کی آبادی بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ دور تھوڑے ہی عرصے میں اپنی اونچائی کو پہنچ جاتا ہے اور خود اپنے کرشمے دکھانا شروع کرتا ہے۔

ڈیمانڈ بڑھ جانے سے اشیاء مہنگی ہونے لگتی ہیں اور پروڈکشن بڑھنے سے قرضوں کا ڈیمانڈ بڑھ جاتا ہے ایک طرف صارفین (Consumers) پر قرضوں کیلئے بڑے پیمانے پر بینکوں سے رجوع کرتے ہیں اور دوسری طرف صنعت کار یعنی Industrialists بھی قرضوں کیلئے بڑے پیمانے پر بینکوں سے رجوع کرتے ہیں۔ پھر بچت میں کمی کی وجہ سے بنکوں کے پاس سرمایہ کی کمی ہونے لگتی ہے۔ اب سرمایہ کی کمی اور قرضوں کی طلب میں اضافہ سود کی شرحیں بڑھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اب سود کی بڑھتی شرح اور بڑھتا ہوی مہنگائی لوگوں کو قرض لینے سے اور خرچ کرنے سے روکتی ہے۔ چنانچہ لوگ بچت کرنے لگتے ہیں ڈیمانڈ کم ہو جاتی ہے تو کمپنیوں کا پروڈکشن گھٹ جاتا ہے۔ پھر روزگار کے موقع کم ہو جاتے ہیں بس یہی

دور مندی دور (Recession) کہلاتا ہے یکے بعد دیگرے خوشحالی اور مندی کے یہ چکر سود کا لازمی نتیجہ ہے۔

حدیث : سود کے تہتر دروازے ہیں اور ادنی ترین ماں کے ساتھ زنا کے برابر ہے۔ علماء کرام نصوص قرآنی اور احادیث شریفہ کی روشنی میں سود کی تمام قسموں کو حرام قرار دیا ہے۔

(۱) بنکوں کے ڈپازٹس سے سود لینا ناجائز ہے۔

(۲) پنشن فنڈز، انشورنس وغیرہ سے سود لینا ناجائز۔

(۳) گھر بنانے، کار خریدنے، تجارت کرنے وغیرہ کیلئے سودی قرضہ لینا ناجائز ہے۔

(۴) کریڈٹ کارڈ کا استعمال اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ بروقت بِلز ادا کریں وغیرہ۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف وجملہ معاونین و اہل وعیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

مؤلف

قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی

ISLAHI TOHFA